© rasailojaraid.com

حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی
ندوۃ المصنفین دہلی

اسلامی حکومت کا ایک بنیادی اُصول

شُوریٰ

یہ مقالہ حضرت مفتی صاحب نے نفاذِ شریعت کے بین الاقوامی
سیمینار منعقدہ ۹-۱۰-۱۱- اکتوبر کو اسلام آباد میں پڑھا

اسلامی حکومت کے اصول و مبادی بہت سے ہیں اس مختصر وقت میں ان سب کے بارے میں کچھ کہنا دشوار ہے دوسرے اصولوں کے متعلق دیگر فضلاء گرامی اپنے خیالات پیش کریں گے میں اس موقعہ پر اسلامی حکومت کے اصول شوریٰ کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں اور وہ بھی اختصار کے ساتھ۔ کیونکہ عام مشاہدہ یہ ہے کہ اس طرح کے اجتماعات میں کسی طویل مقالہ کا پڑھنا ممکن نہیں ہوتا۔

شوریٰ درحقیقت رائے عامہ کے اظہار کا نام ہے۔ مفردات القرآن میں امام راغب اصفہانی نے تصریح کی ہے کہ شوریٰ کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کی رائے معلوم کی جائے اور یہی اصول ہے جو موجودہ زمانے کے پارلیمانی نظام کی بنیاد ہے اور جس کی داغ بیل اسلام نے اس وقت ڈالی تھی جب کہ یورپ جمہوریت اور پارلیمنٹ کے مفہوم سے بھی ناآشنا تھا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا وشاورهم فی الامر (یعنی حکومت کے معاملات میں نظام شوریٰ اختیار کیجئے) اور مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کے بارے میں یہ اصول طے کر دیا گیا۔ کہ امرهم شوریٰ بینهم یعنی ان کے تمام کام شوریٰ کے ذریعہ انجام پاتے ہیں۔

اسلامی قانون کے ماہرین اور علماء اسلام کے نزدیک یہ بات طے ہو چکی ہے کہ شوریٰ اسلامی حکومت کی اساس اور اس کے فیصلوں کی بنیاد ہے۔ حضرت ابن عباس رضؓ نقل کرتے ہیں کہ جب شوریٰ کا حکم آیا تو حضور صؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول ؐ اگرچہ شوریٰ سے مستغنی ہے مگر یہ حکم امت کے لئے رحمت ہے اور جو اس حکم پر عمل کرے گا وہ اعلیٰ درجہ کی راہ نمائی سے محروم نہ ہوگا۔ اور جو شوریٰ کو ترک کرے گا وہ غلط روی سے بچ نہ سکے گا۔ (روح المعانی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابن جریر کی روایت ہے۔ قتادہ کہتے ہیں۔ آں حضرت کو وحی نازل ہونے کے باوجود اپنے اصحاب سے مشورے کا حکم ملتا تھا اور یہ اس لئے تھا کہ قوم کو پورا اطمینان حاصل ہو جائے۔ اور یہ کہ شوریٰ امت کے لئے قانون بن جائے۔

حضرت ابوہریرہ رض کہتے ہیں میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے رفقاء سے مشورہ کرنے میں اتنا زیادہ سرگرم ہو جس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ (ترمذی)

اسی مفہوم کی حدیث حضرت عائشہ رض سے بھی مروی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رض نے حضرت عمر رض کو تحریری طور پر ہدایت کی کہ رسول اللہ صلعم قانونِ شوریٰ پر عامل تھے تم بھی لازماً اس پر عمل کرنا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ حضرت عمر کے تعامل سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ عورتوں سے بھی مختلف معاملات میں رائے لیتے تھے۔ تفسیر مظہری جلد دوم ص ۱۶۱

مولانا ثناء اللہ پانی پتی نے ضحاک کا ایک بیان نقل کیا ہے کہ فاروق اعظم نے عورتوں کو بھی حق رائے دہی دیا تھا۔

ان امور کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امیر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے لئے ایک مجلس شوریٰ بنائے کیونکہ ایک شخص ہر معاملہ میں اتنی واقفیت اور مہارت نہیں رکھتا جتنا معاشرہ کے دوسرے افراد رکھتے ہیں۔ مکی دور میں اجتماعی مشوروں کے لئے دارارقم کو مجلسِ شوریٰ کا ایوان بنایا گیا تھا۔ مدنی دور میں حضور ص کے زمانہ تک کھلے میدانوں کو بھی اس مقصد کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اور مسجد نبوی میں اس طرح کے اجتماعات ہوتے تھے۔ خلافتِ راشدہ میں سب سے پہلے سقیفہ بنی ساعدہ سے ایوان شوریٰ کا کام لیا گیا۔

جب اسلامی حکومت کے ایک اصول اور اساس کی حیثیت سے شوریٰ کا مسئلہ زیر بحث آتا ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امیر حکومت یا خلیفہ وقت یا امام المسلمین شوریٰ کے فیصلے کا پابند ہے یا نہیں ہم اپنے اس مقالہ کو اس بحث پر مرکوز کرنا چاہتے ہیں اور یہ اس لئے کہ اسلامی نظام حکومت میں امیر کی حیثیت ان کے نزدیک آمر مطلق یعنی ڈکٹیٹر کی ہو جاتی ہے۔ اور شوریٰ کی حیثیت اور اہمیت صفر کے درجہ میں پہنچ جاتی ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اسلامی حکومت، شورویٰ حکومت اور امام اس کا با اختیار رہنما اور صاحب تنفیذ قوت ہے۔ اس لئے قدرتاً امام شوریٰ کے اختیارات کا نمائندہ ہے۔ اور انتظامی معاملات میں مجلس شوریٰ کے فیصلوں کا ترجمان۔ قرآن کریم میں ہے۔ امرھم شوریٰ بینھم یعنی مسلمانوں کے معاملات اور انتظامی امور آپس کے مشورہ سے انجام پاتے ہیں یہ حکم عام ہے اور حکومت کے صدر نشین کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مجلسِ شوریٰ کے فیصلہ دینے کے بعد اپنی ذاتی رائے پر عمل کرے جو مجلس شوریٰ کے فیصلے کے خلاف ہو۔ حکومت کے امیر اور سربراہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ارباب حل وعقد سے مشورہ لے اور اس مشورہ کی پابندی کرے۔

بہت سے حضرات کو قرآن مجید کی ایک دوسری آیت سے غلط فہمی ہوتی ہے اور انہوں نے اس سے غلط نتیجہ نکالا ہے وہ آیت یہ ہے وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ یعنی معاملات میں اپنے اصحاب سے مشورہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر لیا کیجئے۔ اور جب آپ معاملہ متعلقہ میں عزم کر لیں تو اعتماد خدا ہی پر رکھئے۔

ان الفاظ سے بہت سے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ مشورہ کرنا تو امام کے لئے ضروری ہے مگر مشورے کی پابندی ضروری نہیں ہے۔ آئیے غور کریں کہ عزم سے پیدا ہونے والی رائے شوریٰ کے فیصلے کی پابند ہے یا نہیں۔ غور فرمائیے کہ قرآن میں شوریٰ کو پہلے ذکر کیا گیا ہے اور عزم کو بعد میں۔ اس لئے منشار اور مقصد یہ ہے کہ کسی معاملہ کو طے کرنے کے لئے مجلس شوریٰ طلب کیا جائے۔ اور یہ مجلس جو فیصلہ کردے وہ عزم کی بنیاد بن جائے۔ ظاہر ہے کہ اگر امیر یا امام شوریٰ کے فیصلہ کو نظر انداز کر دیا کرے گا اور ذاتی و شخصی رائے پر عمل کرتا رہے گا تو یہ بات مجلس شوریٰ کے لئے ازالہ حیثیت عرفی کے مرادف ہو گی۔ اور ایسے امیر اور ایک ڈکٹیٹر کے درمیان کیا فرق رہ جائے گا۔ دوسری بات یہ ذہن میں رکھنے کی ہے۔ اس آیت میں خطاب بطورِ خاص رسول کریم صلعم سے ہے اور پیغمبر کے احکام شوریٰ کے باوجود بھی واجب التعمیل ہوتے ہیں۔ کیونکہ پیغمبر کی ایک حیثیت تو یہ ہوتی ہے کہ اس زمین پر خدا کی آواز ہوتی ہے۔ اس آیت کی رو سے کسی صدرِ حکومت کو وہ اختیارات حاصل نہیں ہوتے جو آپ کی ذات کو مخاطب کر کے آپ کے ساتھ مخصوص کر دیئے گئے ہوں۔ ہمارا مقصد اس بحث سے یہ ہے کہ اس بات سے اگر کسی کو انکار ہے کہ عزم کا تعلق مجلس شوریٰ کے فیصلہ سے بھی ہے تو بھی یہ بات نظر انداز کرنے کی نہیں ہے۔ کہ یہ حکم آپ کی پیغمبرانہ حیثیت کی وجہ سے آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔ امرہم شوریٰ بینہم یعنی مسلمانوں کے کام شوریٰ سے طے پاتے ہیں۔ قرآن میں یہ الفاظ ایک مستقل دفعہ کی صورت میں موجود ہیں۔ اور اس کے خلاف کسی حکومت کا کوئی امیر حرکت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ابن کثیر نے آیت عزم کی تشریح کرتے ہوئے حضرت علیؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کیا گیا کہ عزم سے کیا مراد ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا:

مشاورۃ اھل الرأی ثم اتباعھم یعنی اہل الرائے کا باہمی مشورہ اور اس کے بعد شوریٰ کے فیصلہ کی پیروی تو عزم حقیقت میں وہ ارادہ ہے جو امام کے دل میں شوریٰ کے فیصلہ پر کاربند ہونے کے لئے پیدا ہوتا ہے۔ اسی آیت عزم کے سلسلہ میں احکام القرآن میں امام ابوبکر الجصاص نے واضح طور پر لکھا ہے وفی ذکر العزیمۃ عقیب المشارۃ دلالۃ علی انھا صدرت عن المشورہ یعنی قرآن میں عزم کا ذکر شوریٰ کے بعد آیا ہے۔ اور یہ اس کی دلیل ہے کہ فیصلہ اور عزم وہی معتبر ہے جو شوریٰ کے فیصلہ کا نتیجہ ہو اور شوریٰ سے صادر ہوا ہو۔ حافظ ابن کثیر نے بھی یہی لکھا ہے۔ ان تمام تصریحات کے بعد امام کے شخصی فیصلہ کو شوریٰ کے فیصلہ پر ترجیح دینا درست نہیں ہو گا۔

اگر کسی کا ذہن ان تصریحات سے مطمئن نہیں ہوتا ہے اور اس کا یہ اصرار قائم رہتا ہے کہ امام کے شوریٰ کے فیصلہ کے پابند ہونے پر کوئی صراحۃ النص موجود نہیں ہے تو وہ اس بات کا اقرار کم سے کم کریں گے۔ کہ اس دائرہ خاص میں کوئی واضح اور متعین حکم موجود نہیں ہے۔ ان اصحاب کے لئے اکیلے سوچنے کی بات یہ ہے کہ نبوت اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلافت راشدہ کے عہد کو چودہ سو سال گذر چکے ہیں۔ خلفائے راشدین کا درجہ تو بہت اونچا ہے۔ اب جو لوگ مسلمانوں میں ہیں وہ تقویٰ، خوفِ خدا اور احساسِ ذمہ داری میں ان کے خاکِ پا کے برابر بھی نہیں۔ کیا ایسے معاشرہ میں کسی فردِ واحد کو بے لگام اور مطلق العنان بنا دینا درست ہوگا۔ کیا تنہا ایک فرد کو اربابِ حل وعقد کے فیصلوں سے آزاد اور مسلمانوں کے معاملات کا تنہا ذمہ دار بنا دینا مناسب ہوگا۔

بعض لوگوں کو اس معاملہ میں جو غلط فہمی ہوتی ہے اور انہوں نے سربراہ حکومت کو مختار مطلق مان لیا ہے اس کی وجہ سیرت و تاریخ کے تین واقعات ہیں جنہیں صحیح ڈھنگ سے نہیں سمجھا گیا۔ ایک حدیبیہ کا واقعہ دوسرے حضرت ابوبکر کا جیشِ اسامہ کو رخصت کرنا، تیسرے مرتدین زکوٰۃ کے بارے میں آپ کا عمل۔

اس سے پہلے کہ ان تینوں واقعات کی صحیح تصویر پیش کی جائے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علماء اسلام کی ایک تصریح کا پھر سے ذکر کر دیا جاتے کہ پیغمبرِ اسلام صلعم اس دنیا میں دو قسم کی ذمہ داریوں پر فائز تھے۔ نمبر ایک منصبِ رسالت، دوسرے منصبِ امامت۔ یہی ذمہ داریاں ہیں جن سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز میں فرق پیدا ہو جاتا تھا۔ آپؐ منصبِ رسالت کا کام خدا کے حکم کے مطابق انجام دیتے تھے۔ اور منصبِ امامت کا کار شوریٰ کے ذریعہ سے۔ منصبِ رسالت کے کام کو ادا کرنے کے لئے آپ مشورہ تو کر لیتے تھے لیکن یہ مشورہ لینا صرف تعلیم امت کے لئے تھا۔ مشورہ طلب کرنا اور اس پر عمل کرنا ضروری نہ تھا۔ یہاں صرف خدا کا حکم واجب التعمیل ہوتا تھا۔ البتہ اس متعین شکل کے علاوہ آپ نے کبھی اپنے عزم کو شوریٰ کے خلاف استعمال نہیں کیا۔ شوریٰ کی پابندی کرنے کی مثالیں سیرت میں بہت سی ہیں مثال کے طور پر آپ کا اپنی خواہش کے علی الرغم مدینہ سے باہر نکل کر ۳ھ میں جنگ کرنا جو غزوہ احد کے نام سے مشہور ہے اور غزوہ بدر کے موقعہ پر بھی آپ نے اپنی خواہش کے خلاف دوسروں کے مشورہ پر ایک دوسری جگہ محاذ قائم کیا۔

اب صلح حدیبیہ کے واقعہ کو لیجئے یہ ان واقعات میں سے ہے جن کو امام کے اختیار مطلق کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ صلح عام رائے کے خلاف صرف پیغمبرانہ ذمہ داری کے تحت طے پائی رائے عامہ بڑی چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی ہر چیز سے بلند و بالا ہے جب عام لوگوں نے یعنی صحابہ کرامؓ نے اس صلح پر اپنی ناراضی کا اظہار کیا۔ تو حضور صلعم نے فرمایا کہ میں خدا کا رسول ہوں میں اس کے حکم کے خلاف کچھ نہ کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ خدا میرے ثمرے کو ضائع نہیں کرے گا۔ ان الفاظ سے یہ بات ظاہر ہے کہ رائے عامہ کے احتجاج کو آپ نے کس لئے نظر انداز کر دیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسرا واقعہ جیش اسامہ کا ہے جو ہجری ۱۱ میں پیش آیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ صدیق اکبرؓ نے آں حضرت صلعم کی وفات کے بعد حضرت اسامہ کی فوج کو شام کے محاذ پر روانگی کا حکم دیا۔ حالانکہ اسلامی حکومت کا پایہ تخت مدینہ قبائل کی بغاوت کی وجہ سے سخت خطرات سے دوچار تھا۔ اور صحابہ کا مشورہ یہ تھا کہ اس وقت اس فوج کو باہر نہ روانہ کیا جائے۔ اس واقعہ سے امیر وقت آمر مطلق قرار دینا تاریخ کے واقعہ کی غلط تعبیر ہوگی۔ اس معاملہ میں صدیق اکبر نے جو کچھ بھی کیا۔ اس میں مطلق العنانی کو ذرا بھی دخل نہیں تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ وہ فوج ہے جس کو محاذ پر جانے کے لئے حکم خود حضور اکرم صلعم نے دیا ہے۔ اور اس لشکر کو بھیجنا حضور صلعم کی آخری وصیت اور آخری حکم پر عمل کرنا ہے اور صحابہ کے مشورہ کے مقابلہ میں پیغمبر کا حکم زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

تیسرا واقعہ مانعین زکوٰۃ کے خلاف حضرت ابوبکرؓ کا عمل جہاد ہے۔ آنحضرت کی وفات کے بعد مدینہ کے اطراف میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے خلاف بغاوت پھیل گئی۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ نماز تو ہم پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہیں ادا کریں گے۔ لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ حالات کا تقاضہ یہ ہے کہ تحمل سے کام لیا جائے۔ اور مانعین زکوٰۃ سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ صدیق اکبرؓ نے اس مشورہ کو رد کردیا۔ اور انہوں نے شوریٰ کے ارکان کو یاد دلایا کہ زکوٰۃ خدا کے حکم سے واجب ہے اور خدا کے احکام میں شوریٰ کو کمی بیشی کا اختیار نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تقریر کے بعد حضرت عمرؓ کو بھی شرح صدر ہوگیا۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کی رائے صحیح ہے۔ اور اللہ نے ان کا دل جہاد کے لئے کھول دیا۔ اس بارے میں علامہ نووی نے شرح مسلم میں بحث کی ہے اور یہ لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی تقریر کے بعد صحابہ ان کی دلیل کے قائل ہوگئے تھے۔

یہ بڑی نادانی ہوگی کہ صدیق اکبر لوگوں کے سامنے شریعت کے اصول پیش کر رہے ہوں اور اس واقعہ کو سامنے رکھ کر کچھ لوگ یہ بات دماغوں میں بٹھانے کی کوشش کریں کہ خلیفہ اول شوریٰ کے فیصلوں کو رد کرکے اپنی شخصی عزم پر عمل کرنے کی کے عادی تھے اور مطلق العنان آمر کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔

اسلام نے جمہوریت کا جو مزاج بنایا ہے وہ آج بھی دنیا کی قوموں کے لئے نمونہ اور نشانِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے آج مدتوں کے بعد دنیائے اسلام میں اسلامی نظام کو اپنانے اور غیر اسلامی نظاموں کو رد کردینے کی خوش آئند اور خوشگوار لہر چل پڑی ہے اس لئے اسلامی نظام کے مطابق دستور سازی کے مرحلے بھی پیش آئیں گے۔ اور دستور سازی میں یہ مسئلہ یقیناً اہمیت رکھتا ہے کہ سربراہ حکومت اپنی شوریٰ کا پابند ہے یا شوریٰ کے فیصلہ سے آزاد ہے یہ باتیں جو گوش گذار کی گئی ہیں امید ہے بہت سے دماغوں پر دستک دیں گی۔ اور اہل الرائے اس کے بارے میں غور و فکر سے کام لیں گے ؀

© rasailojaraid.com